

ہفت تماشائے مرزا قتل

جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب اُستاد جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

سیتلا اُنھیں امور میں ایک چیچک بھی ہے جو مشہور مرض ہے، کہتے ہیں کہ یہ ایک صاحبِ قدرت عورت ہے جس کے اختیار میں تجویز کی موت و حیات ہے، اُس کا نام ادب سے لیتے ہیں بلکہ اُسے ماما (اماں) کہتے ہیں، اُسکی کمی کو روٹھنے سے اور کثرت کو عنایتِ مادرانہ سے تعبیر کرتے ہیں، دربانوں اور باغبانوں کے ساتھ بھید و تفریق پیش آتے ہیں اس خیال سے کہ اُنھیں چیچک ماما کے حضور میں تقرب حاصل ہے، جب تک چیچک بچے پر ”بہربان“ ہو گھر میں سالم مسور اور گیہوں کی روٹی کے سوا کوئی چیز نہیں پکاتے، ہندی زبان میں چیچک کو ماما سیتلا اور ”سیتلابی“ کہتے ہیں، ماما کے معنی ہیں ماں، اُسے مائی بھی کہتے ہیں اور سیتلا یہی مفروضہ عورت ہے۔ جی کلمہ ہندی میں تعظیم کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جیسے فارسی میں لفظ ”صاحب“ آتا ہے۔ مثلاً ہندی میں مرزا صاحب کی جگہ مرزا جی کہیں گے، لیکن یہ لفظ ہندوؤں کے نام اور لقب کے آخر میں جتنا بھتا ہے اتنا مسلمانوں کے نام اور لقب کے ساتھ زیب نہیں دیتا۔ مختصر یہ کہ ددالی کا تہوار سنہ الہی شمسی میں آبان کی چودہ تاریخ کو پڑتا ہے۔

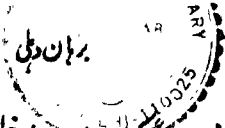
جنم اشٹی | جنم اشٹی ایک مشہور رات ہے جو سال میں ایک بار آتی ہے۔ جنم کے معنی تولد، اشٹی کے معنی آٹھویں روایت کرتے ہیں کہ اسی رات کو کنہیا پیدا ہوئے تھے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر سال اسی رات کو ہندو کنہیا کی مورتی کو جسے زمانہ قدیم سے انھوں نے پتھر یا پتیل یا سونے سے بنا کر اپنے گھر میں رکھ چھوڑا ہے یا کنہیا کا جو بت اُن کے مورثِ اعلیٰ سے میراث کی صورت میں اُن تک پہنچا ہے، باہر نکالتے ہیں اور ایک پاک صاف مقام پر جس کو دو لقمند لوگ فرش و فرش سے آراستہ پیراستہ کرتے ہیں اور مغس لوگ جس کی دیواروں کو چھائے

کے گوہرے لیپ کر کے پونتے ہیں، ایک لکڑی کے تخت کے اوپر اُس کو رکھتے ہیں، اپنی حیثیت کے مطابق قسم قسم کی مٹھائیاں جو بالعموم ہندوستان کے لئے مخصوص ہیں اور خربوزہ کے بیج شکر میں بھون کر بالخصوص کانے یا پتل کے برتن میں رکھ کر اُس بُت کے سامنے قرینے سے سجاتے ہیں، پھر عورت اور مرد دونوں رات بھر کنہیا کی مدح میں کچھ کلام بڑی خوش الحانی اور جوش و خروش کے ساتھ گاتے ہیں اور بعض فرط شوق سے مانچے لگتے ہیں اور اس رات کی صبح کو شہر میں جا بجا خوبصورت لڑکوں کو جن میں بعض بیٹے اور بہنیں رنگ ہوتے ہیں، مردانہ نفیس لباس پہناتے ہیں اور جوڑے کے بید نازک اور صبیح ہوتے ہیں، انھیں زنانہ لباس اور زیورات سے سجاتے ہیں۔ مردانہ لباس والے کو کنہیا اور زنانہ لباس والے کو رادھا کے نام سے موسوم کرتے ہیں، کنہیا اور رادھا کو علیحدہ علیحدہ شاہانہ تخت پر بٹھاتے ہیں جسے لکڑی اور بید سے بنا کر آرائشی چیزوں سے مزین کرتے ہیں۔ پھر نقارہ اور نشان نیز دوسرے سازوں کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے سواروں کا اور پیدل چلنے والوں کا ایک جم غفیر انھیں شہر کے باہر ایک مقررہ مقام پر لے جاتا ہے، جہاں ہر سال یہ رسم ادا کی جاتی ہے، اس شاہانہ جلوس کے بانی مانی کی حیثیت کے مطابق اس جلوس میں کنہیا کے ہمراہ ہاتھی، گھوڑے اور سپاہی بھی ہوتے ہیں، جب مقررہ مقام پر پہنچ جاتے ہیں تو دوسرے کچھ لوگ کاغذ سے ایک دیو کا مجسمہ بنا کر اسے کنس کا نام دیتے ہیں جو کنس، کنہیا کا ماموں تھا، جس کا ذکر پہلے آچکا ہے، وہ ایک عظیم الشان بادشاہ تھا، اُس کی ایک بہن کے بطن سے کنہیا اور دوسری سے ”برق“ پیدا ہوئی تھی، برق سے مراد یہی بجلی ہے جو آسمان پر کوندتی ہے منقول ہے کہ جب رعایا پر کنس کا ظلم و تشدد دھڑے تباہ کر گیا تو کنہیا اور کنس میں جنگ عظیم واقع ہوئی اور دونوں اپنے بھائی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ ہندوؤں نے کنہیا کی اس نیک کارگزاری کے صلے میں کہ اُس نے انھیں کنس کے ظالم ہاتھوں سے نجات اور خلاصی دلوائی تھی اور عادل بادشاہوں کی طرح اُن کے ساتھ مشفقانہ سلوک کیا یہ طے کیا کہ ہر سال کنہیا کے ہاتھوں کنس کی موت کی تمثیل پیش کی جائے۔

مسلمان اور جہم اشٹی | بعض مسلمان بھی اُس مقررہ دن کو کنس کا مجسمہ بنا کر اُس کے سیٹھ کو چاک کرتے ہیں، اور جو نہد اس میں بھرتے ہیں اُسے اُس کا خون کچھ کر پیتے ہیں، عمر کے قریب کنس اور کنہیا کے درمیان جگ بھتی ہو کنس کی شکست کے بعد دسہرہ کے دن کی طرح تماشا یوں کا شور و غل لوگوں کو منتشر کر دیتا ہے۔ اور شام تک

اُسی طرح ہنگامہ برپا رہتا ہے، پھر لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے ہیں، اہل ثروت کے گھروں میں رہیں شروع ہوتی ہے۔ رہیں یہ سہ کہ برہمنوں کی طرح ایک جماعت لڑکوں کو، خواہ وہ ان کی اپنی اولاد نہ ہوتی یا بھائی ہو، یا اُن کے دوسرے قریبی رشتہ داروں کی اولاد ہو، کہنیا اور رادھا کی شکل میں اور دوسری سکھیوں کو آراستہ پیراستہ کر کے دو تہند ہندوؤں کے سامنے انعام حاصل کرنے کی امید میں پختہ ہیں، لیکن ان ناچنے والوں کا حال عام ناچنے والوں سے مختلف ہوتا ہے، کیونکہ مسند نشین ہندو اُن لڑکوں کی تعظیم میں جو کہنیا اور رادھا بنے ہیں کھڑے ہو جاتے ہیں، اور جب تک یہ نہیں بیٹھتے وہ بھی نہیں بیٹھتے، چاہے ایک گھنٹہ گزر جائے یا انھیں سوا رانی جگہ سے اُٹھنا پڑے مگر اُن کے والدین کی کوئی تعظیم نہیں کرتا۔ وہ بے چارے فکروں کی طرح ادب سے بیٹھے رہتے ہیں، بعض ہندو اُن مذکورہ لڑکوں کو مسند پر اپنے برابر جگہ دیتے ہیں، بعض اُن کے لئے مسند خالی کر دیتے ہیں اور خود ایک طرف جا بیٹھتے ہیں، مگر سکھیوں کے لئے ہر شخص کھڑا نہیں ہوتا، رادھا کی سہیلیاں اور اُس کیساتھ کھیلنے والی حسین جمیل لڑکیوں کو سکھی کہا جاتا ہے، مختصر یہ کہ جب برہمن کہنیا اور رادھا کو مسکھیوں کے مجلس میں لاتے ہیں تو صاحب خانہ اور تمام حاضرین کھڑے ہو جاتے ہیں اور اُن دونوں کو بڑی عزت و احترام کیساتھ مسند پر بٹھاتے ہیں، اُن دونوں کے سامنے سکھیاں ساز کے ساتھ رقص و سرود کا آغاز کرتی ہیں، بعد ازیں مسند نشین عاشق و معشوق میں ظاہر ہی کشیدگی ظہور میں آتی ہے۔ اور محبوبہ اپنے عاشق سے دور ہو جاتی ہے۔ وہ سکھیاں بیچ میں ڈر کر اُن میں صلح کر دیتی ہیں، اور وہ دوبارہ ایک جگہ ناچنے لگتی ہیں، جب صبح ہوتی ہے تو کہنیا اور رادھا بھی اُٹھ کر سکھیوں کے ساتھ رقص میں شریک ہو جاتے ہیں، تو یا کسی دوسرے درخت کی شاخوں میں سوا ایک نازک اور نرم شاخ کہنیا اپنے ہاتھ میں لیکر گیند زمین پر پھینک دیتا ہے اور ناچنے لگتا ہے، سکھیاں اُس کو رقص میں مشغول دیکھ کر وہ گیند اچکنے کا ارادہ کرتی ہیں، اور کہنیا اُس حالت رقص میں بھی اُس گیند کو اس جگہ سے ہٹاتا رہتا ہے، تاکہ سکھیاں اُسے اچک نہ سکیں، مگر کمال یہ ہے کہ اُن حرکات کے باوجود اصول رقص کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا، اور یہ سب حرکات و سکنات ساز کے زیرِ دم کے مطابق عمل میں آتی ہیں، اس موقع پر تمام حاضرین جلسہ کھڑے رہتے ہیں۔

سلطان اور رام بیلا | اس جلسہ میں جو شریک ہوتے ہیں اُن کی تین صورتیں ہوتی ہیں، اگر وہ مخلص ہے تو اُسے



38072

Date.....

بہر حال اس مجلس میں آخر تک کھڑا نہ پایا ہے، لیکن اگر صاحبِ عزت سے زیادہ خود بخود اختر اُٹھ کر اُٹھتا ہوا صاحبِ خانہ کی خاطر ایسی صورت میں صاحبِ خانہ سے بٹھا دیتا ہے، بہر حال تماشا دیکھنے اور رقص و سرود کا لطف اُٹھانے کے علاوہ مسلمانوں کا اُس دن سے اور کوئی تعلق نہیں ہے، یہ دن اہلی کے ماہِ امرداد میں پڑتا ہے۔

بست | بست کا تہوار اہلی سنہ کے ماہِ دے کی بیس تاریخ کو ہوتا ہے، اور یہ وہ دن ہے جو گرمیوں کی آمد اور جاڑوں کی رخصت کا پتہ دیتا ہے، اس دن کی آمد سے پانچ روز قبل گانے والے مٹی کے برتن میں ہنر خوشہ اور گلِ سرشت ڈال کے روزانہ کسی بزرگ کے مزار پر جاتے ہیں، اور بسنت کی تہنیت نیز صاحبِ مزار کی مدح میں اشعار گاتے ہیں، ہندوؤں اور مسلمانوں کی ٹولیاں تماشے کیلئے ان کے ساتھ نکلتی ہیں، اسی طرح پری پیکر لولی، بھٹکیلے لباسوں میں لبوس ہو کر قبروں پر جا کر رقص کرتے ہیں، ہر شہر کے بزرگوں کے مزاروں پر جا کر مطربوں اور لولیوں کے رقص و سرود کرنے کا مقصد تمام سال کے بابرکت گزرجانے کا شکریہ ادا کرنا ہوتا ہے، یہ ضروری ہے کہ اس دن تمام گانے والوں اور ناچنے والوں کا نیز تمام ہندوؤں کا لباس زرد رنگ کا ہو، لیکن شاہجہاں آباد اور اس کے اطراف کے کچھ لوگ اب پیلے لباس کو عار سمجھتے ہیں، البتہ بعض لولی پہنتے ہیں، اور کچھ لوگ چھڑی اور چادر کو زرد رنگ لیتے ہیں، لیکن پنجاب کے شہروں میں عورت اور مرد یکساں ہندو اور یکساں بازی اور نوکر پیشہ مسلمان سب کے سب پیلے لباس پہنتے ہیں، اور ہزاروں کی تعداد میں اکٹھے ہو کر شہر کے باہر جاتے ہیں اور کاغذ کے ہزاروں پیلے پتنگ زرد دھوری سے ہوائیں اُڑاتے ہیں، پنجاب کے شہروں میں سے کوئی بھی شہر ایسا نہیں ہے جہاں یہ تماشہ نہ ہوتا ہو، حالانکہ بہت زمانہ سے پنجاب کا علاقہ شاہی ملازموں کے قبضہ اقتدار سے نکل گیا ہے، اور وہ تمام ملک اور شاہجہاں آباد کے قرب و جوار کے دوسرے شہروں کے قبضے میں چلے گئے ہیں جن کا ذکر نانک شاہ کے ضمن میں ہو چکا ہے۔

ہولی | یہ ماہِ بہن کا آخری دن ہوتا ہے، جب وہ دن گزر جاتا ہے تو جا بجا لکڑیوں کے انباروں میں آگ لگائی جاتی ہے تاکہ صبح تک وہ جل کر خاک ہو جائیں اور اسے ہولی جلانا کہتے ہیں، ہولی سے دو مہینے پہلے ہی ہندو لوگ دف بجانا، گیت گانا اور رقص کرنا شروع کر دیتے ہیں، اور جب ایک مہینہ باقی رہ جاتا ہے تو ان باتوں میں اور اضافہ ہو جاتا ہے، اور جب صرف پندرہ دن باقی رہ جاتے ہیں تو ڈھاک اور سیو کے پھولوں کو پانی سے

بھرے ہوئے ٹھکوں اور دیگوں میں ڈال کر چوبیسوں پر چڑھا دیتے ہیں تاکہ پانی کے اُبلنے سے اُن پھولوں کا رنگ کھنچ کر پانی کو نند کر دے، پھر اس پانی کو اُن برتنوں سے چھوٹے چھوٹے برتنوں میں نکال لیتے ہیں، اُس راستے سے گزرنے والے ہر شخص کے سر پر چاہے وہ آشنا ہو یا بیگانہ (بشرطیکہ ہندو ہو) رنگ ڈالتے ہیں یہاں تک کہ اس کا تمام لباس رنگین ہو جاتا ہے، اور ادبچی آواز سے کہتے ہیں کہ یہ شخص ہولی کا بھڑوا (قرصاق) ہے اور وہ شخص بھی اُن لوگوں کیلئے یہی الفاظ استعمال کرتا ہے، اور دوسری شے جسے گلال کہتے ہیں وہ رنگ ڈالنے کے بعد ہاتھ میں بھر کر اس آدمی کے آگے پیچھے سے اُس کے منہ پر مل دیتے ہیں، اسی طرح عجمیر بھی ایک چیز ہوتی ہے جسکو گلال لگانے کے بعد آدمی کے منہ پر چھڑکتے ہیں۔ چھوٹے بچے اور بعض جوان لوگ بھی چڑے اور تیل کی بنی ہوئی پچکاری کو جسے فارسی میں ”آب دزدک“ کہتے ہیں، ہاتھ میں لیکر راستوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کسی ہندو کو آتا ہوا دیکھ کر دوسرے آئیے جی، آئیے جی، کہنے لگتے ہیں، پھر اُس کے کپڑوں کو دور سے ہی رنگین کر دیتے ہیں اور بلند آواز سے کہتے ہیں۔ بھڑوا ہے بے، بھڑوا ہے بے، وہ شخص اس لفظ سے بُرا نہیں مانتا چاہے کتنا ہی باعث کیوں نہ ہو، اور وہ لڑکے کم قدر بازار یوں کے ہوں، ٹیسورائے، جود سہرو کے دن بچوں کا ایک کھیل ہوتا ہے، اسی سے بتاتے ہیں، تِن بھی ہندوستان کا ایک درخت ہے، اور گلال، خشک سنگھاڑوں کے آٹے کو رنگین کر کے بنایا جاتا ہے، اور سنگھاڑ ہندوستان میں یلوں دار ایک پودے سے پیدا ہوتا ہے، اُس کو کچا یا بال کر کھاتے ہیں، وہ جسامت میں بندو کے چھوٹے کلو کے برابر ہوتا ہے، اور اس کے اطراف میں کانٹے ہوتے ہیں، یہ پانی میں پیدا ہوتا ہے، خشکی میں نہیں، وہ پانی چاہے بارش کا ہو یا کسی تالاب میں جمع کیا گیا ہو، اس کا درخت دوسرے بیل دار درختوں کی طرح نہیں ہے بلکہ انکورا اور چنار کی طرح پھیلتا ہے، پچکاری سے مراد پتل کی وہ نالکی ہے جس میں زرد رنگ کا پانی بھر کر اور ایک آلہ سے جو اس میں لگا ہوتا ہے، حرکت دیکر دوسرے لوگوں پر چھڑکتے ہیں، اور چڑے سے بھی چھڑکتے ہیں، اور صاحب مقدور لوگ قفقوں میں گلال بھر کر خوش اندام نوجوان عورتوں کی طرف پھینکتے ہیں، قنقرہ انار کے برابر ایک گول چیز ہوتی ہے جسکو کاغذ سے بھی باریک کا پُنج سے بناتے ہیں تاکہ جس کسی کو بھی لگے اُسے کوئی تکلیف نہ پہنچے، یہ قنقرے امیر زادے پری چہرہ عورتوں کے سینہ بند پر ہوتے ہیں، اور دُمتند لوگ وضوں اور درگاہوں میں بھی رنگین پانی بھرتے ہیں جن کی گہرائی قد آدم سے بھی زیادہ ہوتی ہے اُس میں لوگوں کو

غوطہ دیدیتے ہیں خصوصاً ماہ پارہ لولیوں اور ان کے سازندوں سے یہ مذاق کیا جاتا ہے۔

جواہر سنگھ بن سورج مل جاٹ کے وقت میں جس کی ظاہری جاہ و شہمت نے بڑے بڑے امیروں کی نیند حرام کر دی تھی، مقرر کے بازاروں میں اتنا گھال ہوتا تھا کہ راستہ چلنے والے زانوؤں تک اس میں دھنس جاتے تھے، سورج مل، ہندوستانی قوم جاٹ کے ایک صاحبِ شان و شوکت راجہ کا نام تھا، جس نے اپنی تلوار کے زور سے چند کروڑ روپیہ کی آمدنی کے ملک کو فتح کر کے اپنے قبضے میں کر لیا تھا، اور پختہ اور خام جنگی قلعے تعمیر کر لئے تھے، اس کا خزانہ بادشاہوں کے خزانوں پر غالب تھا۔

بہر حال ہندو لوگ دو مہینہ تک روزانہ رنگین لباس پہن کر نہراؤں آدمیوں کا غول زرد رنگ سے بھرے ہوئے گھڑے اور پچکاریاں لے کر اور گھال اور غیر کمر سے باندھ کر دف بجاتے اور گیت گاتے ہر شہر کے کوچہ و بازار سے نکلتے ہیں، لیکن ہولی کا یہ طریقہ برج کے باشندوں کا ہے جو کہنیا کا وطن اور مولد تھا، ہندوؤں کے نزدیک ہولی کے گیت گانے، دف بجانے اور ناچنے میں برج کے باشندوں سے بہتر کوئی دوسرا نہیں۔ سب لوگ اپنے کو ان کا پیرو سمجھتے ہیں، برج کی عورتیں بھی جمع ہو کر گانے گاتی ہیں، اگر راستے میں کسی نوجوان عورت کا اس غول سے آمنہ سامنا ہو جاتا ہے تو اسے گھیر کر چاروں طرف سے اس کے سینے اور ران اور جسم کے دوسرے اعضا کی تعریف میں ہندی میں اشعار گانے لگتے ہیں، اور ناچتے ہیں، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے وہ عورت بھی اس گیت کے ساتھ رقص کرنے لگتی ہیں، اس زمانے میں دن رات بہرہ روپ بھرے جلتے ہیں۔ کبھی خوبصورت نازک اندام لڑکے، عورتوں کا لباس اور زیورات پہنتے ہیں، اور کبھی عورتوں کو مردانہ لباس پہناتے ہیں، خصوصاً حرم سرا کی عورتیں مغل اور فرنگی مردوں کا روپ بھرتی ہیں، اور فارسی کے کچھ الفاظ مغلوں کے لہجے میں یا مصنوعی انگریزی الفاظ جو اس زبان اور لہجے سے ملتے جلتے معلوم ہوں، بولتی ہیں، کبھی ایک بہتری فروش بنتی ہے، دوسری اس کی بیوی، کبھی ایک جوگی بنتی ہے اور دوسری جوگیں، جوگیوں کے بہرہ روپ کے علاوہ بندر، گٹا، بھیریا، گائے، تپکھ، شیر اور دوسرے جانوروں کی شکلیں اختیار کر کے آدمیوں کا تعاقب کرتی ہیں، اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ گاؤں اور شہر کے نو دار درپتے اور جوان بچھوں اور شیریں کی مصنوعی شکلوں کو اصل سمجھ کر ڈر کے مارے زمین پر لوٹنے لگتے ہیں اور مدد کیلئے چلاتے ہیں، افغانوں اور بھجن

متعصب مسلمانوں کے علاوہ کبھی مسلمان دل کھول کر ہولی میں ہندوؤں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں، بیچ لوگ، بچوں کے ساتھ، دو بلند دو بلندوں کے ساتھ اور جوان جوانوں کے ساتھ مل کر ہولی مناتے ہیں، جب ہولی جلانے میں تین دن باقی رہ جاتے ہیں، زرد رنگ چھڑ کر نالے کے کچھڑ عام طور پر بلا کسی تفریق کے اُچھالتے ہیں، چاہے انکی زمین ہندو ہو یا مسلمان، بذیل ہو یا شریف (بشرطیکہ وہ صاحب ثروت نہ ہو) کیونکہ صاحبِ حق اپنے قدم و حشم کے ساتھ باہر نکلتا ہے، چاہے اُس کا لباس رنگین ہو لیکن اُسے آلودہ کرنے کی انھیں ہمت نہیں ہوتی، باقی ہر راہ گیر کے سر اور صورت کو آلودہ کر دیتے ہیں۔ لیکن جس وقت فوج کا غول اس امیر کے دروازہ پر پہنچ جاتا ہے تو چاہے وہ ہندو ہو یا مسلمان بلکہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو، اس کے علاوہ اس کے سامنے کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ اُن کو نقدی دے دلا کر انھیں صرف رنگ پھینکنے پر راضی کر لے، اور دکن میں حاکموں اور رئیسوں کو سوار کرنے کیلئے گدھے لائے جاتے ہیں، اگر اس رئیس نے انھیں منشا کے مطابق زرقند دیدیا تو خیر ورنہ اُسے گھسیٹ گھسیٹ کر لاتے ہیں اور گدھے پر سوار کر دیتے ہیں، ہولی کے دنوں کی فحش باتیں معتبر نہیں سمجھی جاتیں، ہر شخص دوسرے کو جوبی چاہتا ہے کہہ ڈالتا ہے، وہ اشخاص جن کی طبیعت اس قسم کی مکروہات کو پسند نہیں کرتی، اپنے گھروں کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ رہتے ہیں، اور ہرگز باہر نہیں نکلتے مگر اب انگریزوں کی حکومت میں یہ قدغن ہو گئی ہے کہ ہولی کا رنگ مسلمانوں پر نہ پھینکا جائے، بہر حال اس زمانے میں ہر مسلمان کے گھر پر روزانہ لویوں کا رقص ہوتا ہے اور رات کو اس میں بہرہ وپوں اور نقلوں کا مزید اضافہ کر دیا جاتا ہے،

نواب آصف الدولہ مرحوم کے زمانے میں اس شہر (گھنڈ) میں بڑی بے تکلفی سے ہولی کا جشن منایا جاتا تھا تمام دن رنگ اور گمال و عبیر اُٹاتا تھا اور رات کو لویوں سے اختلاط ہوتا تھا، دریا کے کنارے ایسی روشنی اور آتش بازی ہوتی تھی کہ اس تماشا کے لئے قطب ستارہ بھی حرکت میں آ جاتا تھا۔ بندگانِ عالی و ذریعہ المالک عین الدولہ ناظم الملک نواب سعادت علی خاں بہادر مبارز جنگ کی منہ نشینی کے ابتدائی برسوں میں بھی ہولی کا ہنگامہ گرم ہوتا تھا، لاکھوں روپے نقد اور مرصع جواہر نگار زیور و قیمتی لباس لولی عورتوں کو بطور بخشش مرحمت ہوتے تھے، اعلیٰ حضرت کی مجلس میں اکثر ایک ہزار نفر سنباب اور زرد دوزی کے بنے ہوئے پر مختلف رنگین لباسوں

میں طہوس ہو کر نقش دیوار کے مانند کھڑے رہتے تھے، وہ لوگ بھی جن کو اس مجلس میں حاضر ہونے اور بیٹھنے کا حکم حاصل تھا، رنگین لباس زیب تن کر کے حضور پر نور کے سامنے آتے تھے، کیا کھڑے رہنے والے کیا بیٹھنے والے سب لوگوں کو سرکارِ دولتمدار کی طرف سے کپڑے مرحمت ہوتے تھے، لیکن چونکہ یہ عمل شانِ اسلام کے خلاف تھا، اس بنا پر بہت دنوں سے سرکارِ عالی نے اسے ترک کر دیا ہے اگرچہ نہ صرف نوکر پیشہ رذیل بلکہ تمام ہندو اور مسلمان، چند متقی لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب تعلیم یافتہ صاحبِ تمیز اور اہلِ متانت تک ہولی کے دنوں میں خود داری اور انسانیت کو خیر باد کہہ کر ایک دوسرے پر زرد رنگ اُچھالتے اور ہر قسم کا بہروپ بھرتے ہیں، پھر ہر راہ رو کی خواہ وہ آشنا ہو یا بیگانہ، بے صرفہ گالی گلوچ اور فحاشی سے تواضع کرتے ہیں، اور بعض صاحبِ مقدور لوگ اپنے گھروں میں یہ حرکتیں کرتے ہیں، لیکن کایتوں کا فرقہ، جن کے حالات کے متعلق پہلے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ہندوؤں کے باقی تمام فرقوں سے زیادہ ان چیزوں کا اہتمام کرتے ہیں، بایں ریش و نش جوہ رکھتے ہیں، شراب پی کرستی کے عالم میں بہروپ بھرتے ہیں، پھر فارسی کی عبادتیں، گلستاں کے اشعار یا دلی دکھنی کے ریختہ کی غزلیں گا کر پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے کی مجلس میں موسیقی پر بھی نوازش فرماتے ہیں، چاہے اس فن سے دُور کا بھی علاقہ نہیں رکھتے، پھر خود ہی بے خودی کے عالم میں اپنی صورت پر فریفتہ ہو کر فرش پر لوٹنے لگتے ہیں، اور اس حالت میں بھی کُنٹ کے ساتھ، جو نشے کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ گانا نیم بسمل کی طرح تھوڑا تھوڑا زبان سے کہتے رہتے ہیں، لیکن یہ شخص کا حال نہیں ہوتا۔ یقیناً بعض لوگ اس سے شرم محسوس کرتے ہیں۔ اور یہ ساذکے ذیل میں ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ اپنے مقدور کے مطابق ان دنوں وہ لوگ بہت زیادہ ڈھپہ صرف کرتے ہیں، اس سے سنا اگر دہیشہ اور ہمسایوں کو بھی فیض پہنچتا ہے۔ چونکہ روزِ اول ہی سے اس فرقے کے خیر میں جواں مردی، مرآت، سخاوت اور احسان شامل ہے، یہ رویہ صرف کرنے میں، خواہ وہ کسی طریق سے ہو، اور دوسرے انسانوں پر اپنی برتری جتانے میں اور مسلمان امر اور شرفاء سے اپنی ہمسری کا اظہار کرنے میں اور اپنے ہم عصروں کے سامنے تفوق دکھانے کے لئے خبیثے کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

————— (باقی) —————